(۲۰)
بیس
بڑے مسلمان

ترتیب

عبدالرشید ارشد

مکتبہ رشیدیہ ۲۵۔ لوئر مال لاہور

1 / 2

کر مشکل سے مشکل مسائل ادنیٰ توجہ سے حل فرما دیتے تھے۔ اس لئے بیرونِ ہند کے مذکورہ بالا واقعات خصوصاً بلقان اور طرابلس کے دل گداز اور ہولناک مظالم اور اندرونِ ہند کی انگریزوں کی روزافزوں چیرہ دستیوں اور شرمناک وحشت و بربریت لوٹ کھسوٹ کی فراوانی نے انتہائی درجہ میں مایوس اور مضطرب کر دیا اور آمادہ کر دیا تھا کہ عواقب اور نتائج سے بے نیاز ہو کر میدانِ انقلاب میں سر بکف کفن بردوش نکل پڑیں۔ زمانہ کی تاریکیوں، موسم کی کالی کالی گھٹائیں، احوال کی نزاکتیں اہلِ ہند بالخصوص مسلمانوں کی ناگفتہ بہ کمزوریاں رکاوٹ بن کر سامنے آئیں اور کچھ عرصہ اسی غور و خوض میں گذرا مگر چونکہ پانی سر سے گذر چکا تھا اس لئے خوب سمجھ سوچ کر صرف قادرِ مطلق پر اعتماد اور بھروسہ کر کے کام شروع کر دیا۔

شروع شروع میں قیاس سے بھی زیادہ مشکلات سامنے آئیں سخت اور تند آندھیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بادِ سموم کے جھلسا دینے والے تھپیڑوں نے طمانچے مارے۔ احباب و اقارب مارِ آستین بن گئے۔ ہر شخص ناصح اور خیر خواہ بنکر سدِ راہ بنا اور کیوں نہ ہوتا۔ انگریز نے اس قدر پیش بندی کر رکھی تھی کہ سیاسیات کی طرف آنکھ اٹھانا سن ستاون کا سماں باندھتا تھا۔ آزادی اور انقلاب کا اگر کوئی خواب بھی دیکھ لیتا تھا تو پتہ پانی ہو جاتا تھا۔ ہوم رول یا خود اختیاری حکومت کی خواہش بھی زبان پر لانا برقِ جہاں سوز سے زیادہ تباہ کن شمار کی جاتی تھی۔ برطانی تشددات اور مظالم نے اس قدر قلوب اور دماغوں کو متاثر کر رکھا تھا کہ بہت سے نفوس میں اللہ تعالیٰ کا خوف اس قدر نہ پایا جاتا تھا جتنا کہ انگریز کا خوف مستولی تھا خفیہ پولیس اور سی۔ آئی۔ ڈی میں ایسے ایسے لوگ کام کر رہے تھے کہ جن میں شبہ کرنا بھی بے دینی اور کفر سمجھا جا سکتا تھا۔ چاروں طرف خفیہ پولیس کا جال بچھا ہوا تھا پھر کس طرح امید کی جا سکتی تھی کہ کوئی شخص بھی ہم خیال اور ہم زبان باہم عمل ہو سکتا ہے خصوصاً جب کہ ہر شخص آزادی کے ذکر کرنے سے بھی کان پر ہاتھ دھرتا ہو بہرحال مولانا نے تمام خطرات سے قطع نظر ضروری سمجھا اور "ہرچہ بادا باد من کشتی در آب انداختم" کہتے ہوئے اللہ کا نام لے کر اس بحرِ ذخار اور ہولناک طوفان میں کود کر آگے بڑھے اور لوگوں کو ہم خیال اور رفیقِ سفر بنانے لگے۔ بڑے بڑے علماء اور مشائخ سے چونکہ نا امید اور مایوس تھے (جیسا کہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ مشہور مولویوں اور پیروں سے امید نہ رکھنی چاہیئے اور فرماتے تھے کہ بعض اہلِ اللہ نے مجھ کو یہ نصیحت کی تھی) وجہ ظاہر ہے کہ ان کو اپنی بڑائی کی وجہ سے بہت زیادہ خطرات لاحق ہوتے ہیں اس لئے اپنے تلامذہ اور مخلص سمجھ دار مریدوں کو ہم خیال بناتے رہے۔ جن میں سے مولانا عبید اللہ سندھیؒ [۱] مرحوم بھی ہیں۔ مولانا عبید اللہ صاحب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خاص فدائی اور متوسل شاگرد تھے۔ سمجھ اور حافظہ اعلیٰ پیمانہ کا اور ہمت و استقلال بے نظیر قدرت نے عطا فرمایا تھا۔ اس زمانہ میں دہلی میں مدرسہ نظارۃ المعارف القرآنیہ میں تعلیمی کام کرتے تھے جس کا مقصد یہ تھا کہ انگریزی تعلیم سے نوجوانانِ اسلام کے عقائد اور خیالات پر جو بے دینی اور الحاد کا زہریلا اثر پڑتا ہے اس کو زائل کیا جائے اور قرآن کی تعلیم اس طرح دی جائے کہ ان کے شکوک و شبہات دینِ اسلام سے دور ہو جائیں اور وہ سچے پکے مسلمان بن جائیں۔ حضرت شیخ الہندؒ دہلی تشریف لے گئے اور مولانا عبید اللہ صاحب سے ملاقات کی اور تذکرہ میں فرمایا کہ جب کہ انگریزی حکومت اور اقتدار ہندوستان میں قائم ہے تو جس مدت تک تم اپنی اس تعلیم اور اس مدرسہ سے دس بیس آدمی صحیح الخیال مسلمان بناؤ گے اس مدت میں انگریز ہزاروں کو ملحد اور زندیق بنا دینگے" اور واقعہ بھی یہی تھا (ڈبلیو ہنٹر کہتا ہی ہے کہ ہمارے سکولوں اور کالجوں سے پڑھا ہوا کوئی ہندو یا مسلمان ایسا نہیں ہے جس نے اپنے

---

[۱] مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا مفصل تذکرہ مستقل عنوان سے علیحدہ شامل ہے۔